علاج ومعالجہ کا شرعی حکم

Treatment in the perspective of Islam

ڈاکٹر حافظ محمد یونس میو*

ABSTRACT:
This study investigates early and modern sources of Islamic law, looking for their viewpoints and attitudes towards treating disabilities.Two main methods of treating disabilities have been traced. The first method, termed in Islamic sources as physical medicine,is based on using medicines and drugs as known within the realms of the science of medicine. The second method, called spiritual medicine, makes use of specific religious deeds or formulae, including, for instance, texts from the Quran and words ascribed to the Prophet of Islam. This study presents a detailed overview of these two methods within Islamic law, the attitudes of Muslim jurists towards these two methods, and, finally, "treatments" developed within each method to prevent the occurrence of disability or to cure it.
Keywrads: Treatments, Islam, law, medical ethics, medicin.

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکلف بنایا ہے لیکن اس کو مکلف بنانا ایسا نہیں کہ یہ تکلیف اس کی استطاعت سے باہر ہو۔ تکلیف کے اس توازن کو برقرار رکھنے اور اس کو جِلا بخشنے والے اسباب و مراعات اور مقاصد شرع کو نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ واجب قرار دیا۔ چنانچہ حفظ نفس کے لیے مردار کے کھانے کو بھی مشروع کیا گیا ہے۔ اسی طرح تکلیف کو متاثر کرنے والے عوامل کو بھی دور کر دیا گیا۔[1]

تکلیف کے اسباب سے مراد وہ مقاصد شرع ہیں جن کی شریعت نے احکام شریعت کے ہر شعبہ میں رعایت رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام حالات میں جو کام ناجائز اور حرام ہیں مجبوری کی حالت میں ان مقاصد کے لیے شریعت نے ان کو جائز قرار دیا ہے۔ خاص طور پر جو چیزیں ان مقاصد کے لیے مفید ہوں ان کے کرنے کا حکم دیا گیا اور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے روک دیا گیا۔ امام غزالیؒ مقاصد شرع کے بارے میں لکھتے ہیں: ''نعني بالمصلحة المحافظة على مقصود الشرع، ومقصود الشرع من الخلق خمسة وهو ان يحفظ عليهم دينهم ونفسهم وعقلهم ونسلهم ومالهم فكل مايتضمن حفظ هذه الاصول الخمسة فهو مصلحة وكل مايفوت هذه الاصول فهو مفسدة ورفعها مصلحة''۔[2]

ترجمہ: شریعت اسلامیہ میں مصلحت، مقاصد شرع کی حفاظت کا نام ہے۔ اور شارع کو مخلوق کے پانچ امور کی حفاظت مقصود ہے۔ دین، نفس، عقل، نسل اور مال۔ پس ہر وہ شے جو ان امور کی حفاظت کرے وہ مصلحت ہے۔ اور جو چیزیں ان مصالح کے ضیاع کو متضمن ہوں وہ مفسد ہیں جن کا دور کرنا مصلحت ہے۔

تحفظ نفس، انسان صحت اور تندرستی پر ہی اقوام عالم کی ترقی کا انحصار ہے۔ اس لیے کہ ایک صحت مند شخص ہی پر امید ہو سکتا ہے اور

---

*Assistant Professor, Govt: Shah Husain Degree College, Lahore
Email: hmyounasmeo86@gmail.com

امید کے جذبہ سے سرشار شخص ہی آگے ترقی کر سکتا ہے۔ کیونکہ صحت مند شخص ہی صحت مند دماغ کا مالک ہوتا ہے۔ اردو میں مشہور مقولہ ہے: "جان ہے تو جہان ہے"۔ ہر قسم کے حقوق و فرائض کو پورا کرنے اور معاشرے میں بہتر طریقے سے اپنا کردار ادا کرنے کے لیے انسان کا صحت مند اور طاقتور ہونا ضروری ہے۔ تعلیمات نبوی کی رو سے بھی ایک ضعیف اور ناتواں شخص سے طاقت ور آدمی بہتر ہے[3]۔ اس لیے شریعت نے انسان کو اپنی صحت بحال کرنے کا حکم دیا ہے جس کو علاج کہا جاتا ہے۔

علاج کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

علاج کا لغوی معنی ہے کسی چیز کی مشق کرنا، بار بار کرنا، لگے رہنا، مرض کا علاج کرنا، معاملہ کو نمٹانا اور معالج اس شخص کو کہتے ہیں جو مریض کا علاج کرے یہ مریض چاہے زخمی ہو یا بیمار۔ صاحب لسان العرب لکھتے ہیں:

"عالج الشيءعالجة، وعلاجاً زاوله ومارسه، والمريض داواه، وفلاناً غالبه، وعنه دافع، والعلاج اسم لما يعالج به والمعالج المداوي، سواء عالج جريحاً، أو عليلاً"۔[4] علاج کا اصطلاحی مفہوم ہے: "محاولة المرض بالدواء"۔[5] دواء کے ساتھ مرض کا مقابلہ کرنا۔

علاج کے مقاصد: علاج کے مقاصد درج ذیل ہیں:

1۔ حفظ صحت　　2۔ بیماری سے بچاؤ　　3۔ بدن سے فاضل مادوں کا اخراج

1۔ حفظ صحت:

حفظ صحت پر قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔[6]

ترجمہ: لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔

اس آیت میں صحت کی حفاظت کے لیے حکم شرعی (روزہ) کو ملتوی کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

2۔ بیماری سے بچاؤ:

بیماری سے بچاؤ پر قرآن کریم کی یہ آیت دلالت کر رہی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَنفسكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمً۔[7]

ترجمہ: اور (دیکھو) اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو۔ بیشک اللہ تمہارے حق میں ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

آیت میں قتل کرنے کی ممانعت ہے اور یہ اس کو بھی شامل ہے کہ آدمی وبائی اور متعدی امراض سے اپنے آپ کو بچائے۔

3۔ بدن سے فاضل مادوں کا اخراج:

فاضل اور فاسد مادہ کو نکالنے کے لیے بھی علاج کو مشروع کیا گیا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِه فَفِدْيَةٌ۔[8]

ترجمہ: البتہ تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو جس کی وجہ سے سر منڈوالے تو اس پر فدیہ ہے۔

حالت احرام میں حلق کرنا ناجائز ہے لیکن آدمی کو اگر تکلیف ہو جیسے سر میں جوئیں پڑ جائیں تو ان کو نکالنے کے لیے حلق کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔[9]

علاج کے طریقے:

علاج کے دو طریقے ہیں: 1۔ معنوی طریقہ علاج 2۔ حسی طریقہ علاج

معنوی طریقہ علاج:

معنوی طریقہ علاج سے مراد وہ طریقہ ہے کہ جس میں کسی حسی اور مادی چیز کا دخل نہ ہو بلکہ غیر مادی چیز کے ذریعے اس کا علاج کرایا جائے۔ مثلاً دعا، دم جھاڑ وغیرہ۔

حسی طریقہ علاج:

حسی طریقہ علاج یہ ہے کہ اس میں کسی مادی چیز مثلاً کہ دوا وغیرہ کے ذریعے علاج کرایا جائے۔ مادی علاج میں جدید طریقے جیسے ہومیو پیتھک، ایلو پیتھک، لیزر شعاع وغیرہ شامل ہیں۔

علاج کا حکم: علاج کی مشروعیت میں علماء کي دو آراء ہیں: 1۔ علاج ناجائز ہے۔ 2۔ علاج جائز ہے۔

علاج ومعالجہ ناجائز ہے:

علاج کے عدم جواز کا یہ موقف غالی صوفیا کا ہے۔ ان کے نزدیک انسان جب تک اللہ جل شانہ کے مقرر کردہ تکلیف اور مشقت پر صبر نہیں کرتا تب تک وہ ولایت کے درجہ تک نہیں پہنچتا، اس لیے اس کو اللہ پر ہی اعتماد کرکے بیماری اور تکلیف کی صورت میں علاج معالجہ چھوڑنا دینا چاہیے۔ کیونکہ یہ چیزیں اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہیں۔

مانعین کے دلائل:

مانعین کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے:

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ۖ۔[10]

ترجمہ: کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں نازل ہوتی یا تمہاری جانوں کو لاحق ہوتی ہو، مگر وہ ایک کتاب میں اس وقت سے درج ہے جب ہم نے ان جانوں کو پیدا ابھی نہیں کیا تھا، یقین جانو یہ بات اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔

صحت ومرض اور ساری چیزیں اللہ تعالی کے علم میں ہیں۔ اب اگر مخلوق مرض کو دور کرنے کی کوشش کریں گے تو اس پر قادر نہ ہوں گے۔ پس اللہ پر توکل اور بھروسہ کی رسی تھامنا ضروری ہے۔[11]

مانعین نے آپ ﷺ کی بعض احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''من اکتوي اواسترقي فقد بري من التوکل''[12]

ترجمہ: جس نے داغ لگوایا، یا جھاڑ پھونک کروائی وہ توکل سے بری ہو گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے:

''ما أُبالي ما أتيتُ إن أنا شَرِبتُ تِريَاقاً، أو تعلقتُ تميمةً، أو قُلتُ الشِّعرَ مِن قِبَلِي''۔[13]

ترجمہ: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں تریاق پی لوں یا تمیمہ لٹکاؤں یا خود سے اشعار کہنے لگوں۔

مانعین کے دلائل کا جواب:

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ مانعین کا یہ استدلال درست نہیں کیونکہ علاج معالجہ کے مشروع ہونے پر کثیر تعداد میں ادلہ شرعیہ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ۔[14]

ترجمہ: پھر ہر قسم کے پھلوں سے اپنی خوراک حاصل کر، پھر ان راستوں پر چل جو تیرے رب نے تیرے لیے آسان بنادیے ہیں۔ (اسی طرح) اس مکھی کے پیٹ سے وہ مختلف رنگوں والا مشروب نکالتا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ یقیناً ان سب باتوں میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو سوچتے سمجھتے ہوں۔

اس آیت میں ''فِيهِ شِفَاءٌ'' کے الفاظ بذریعہ دوا علاج کرنے پر دلالت کر رہے ہیں۔[15]

علامہ نوویؒ کی رائے یہ ہے کہ جن احادیث میں علاج کی ممانعت آئی ہے اس کا مصداق مختلف قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں:

1. یہ احادیث ان لوگوں کے عقیدہ پر محمول ہیں جن کا نظریہ یہ ہے کہ صرف دوا ہی فائدہ دیتی ہے۔
2. یا اس سے مراد وہ کلام ہے کہ جس کا مفہوم قرآن وسنت کے مخالف ہو۔
3. یہ احادیث ''فنا فی اللہ'' لوگوں کے بارے میں ہیں جو احوال دنیا سے غافل اور اسباب سے بھی ناواقف ہوتے ہیں، وہ صرف دعا پر اعتماد کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''رب أشعث، مدفوع بالأبواب لو أقسم على الله لأبره''۔[16]

ترجمہ: بہت سے لوگ ایسے ہیں جو پراگندہ حال ہوتے ہیں (وہ اگر کسی کے دروازے پر بھیک مانگنے جائیں تو شاید) اس کو دروازے پر دھکا دیا جائے۔ لیکن (اللہ کے ہاں اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ) اگر وہ اللہ کی ذات پر قسم کھائے تو وہ اس کو پوری کر دے گا۔

4. یہ احادیث شرکیہ دم جھاڑ اور داغ لگوانے کے ساتھ خاص ہیں۔
5. تریاق والی احادیث حرام چیزوں کی آمیزش کی وجہ سے ممنوع ہیں۔[17]

علاج توکل کے خلاف نہیں:

ابن قیمؒ کے نزدیک صحیح احادیث میں جو علاج کا حکم ہے یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ جس طرح بھوک پیاس، گرمی اور سردی کو جو

چیزیں دور کرتی ہیں ان کے ذریعے ان کو دور کرنا خلافِ توکل نہیں ہے۔اسی طرح علاج بھی خلاف توکل نہیں ہے۔بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ توحید کی حقیقت ہی اس وقت مکمل ہوتی ہے جب آدمی ان اسباب کو اختیار کرے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسببات کو مقرر کر رکھا ہے اور شرعاً اُن کے استعمال کا حکم دیا ہے۔ان کو چھوڑنے والا اپنی جگہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے توکل کا اعلیٰ مقام حاصل ہے۔حال یہ ہوتا ہے کہ اس کے توکل کو بھی نقصان ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قانون حکمت کے بھی منافی ہے۔توکل کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کو دین اور دنیا کے کسی بھی فائدہ کو حاصل کرنے اور دونوں جگہ کے کسی بھی نقصان سے محفوظ رہنے میں اللہ پر اعتماد ہو۔اس اعتماد کے ساتھ اسباب اختیار کرنا بھی ضروری ہے ورنہ آدمی حکمت وشریعت دونوں کو چھوڑنے والا ہوگا،اسے نہ تو اپنے عجزو کوتاہی کو توکل سمجھنا چاہیے اور نہ ہی توکل کو عجز اور کوتاہی بنادینا چاہیے۔[18]

علاج ومعالجہ جائز ہے:

دوسری رائے یہ ہے کہ علاج مطلقاً حرام نہیں بلکہ اس صورت میں حرام کہا جائے گا جب وہ اس دواہی کو علاج اور شفاء کا ذریعہ سمجھے۔ اور اس کا عقیدہ یہ ہو کہ اگر وہ علاج نہ کرے تو(اس علاج کے سوا وہ)ٹھیک نہیں ہوگا۔[19]

اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ علاج مباح ہے لیکن علاج کا حکم نکاح کی طرح احوال واشخاص کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔جو بعض حالات میں واجب، بعض میں جائز اور کبھی مستحب ہوتا ہے۔پس علاج کا بھی یہی حکم ہے۔جو لوگ علاج کو مباح سمجھتے ہیں ان میں سے بھی بعض علماء اس کے ترک کرنے کو افضل سمجھتے ہیں پس اس طرح علاج کے مباح ہونے میں دو آراء ہیں:

1۔ترک علاج افضل ہے 2۔علاج کرنا افضل ہے

ترک علاج افضل ہے:

یہ رائے امام احمد بن حنبلؒ کی طرف منسوب ہے۔وہ فرماتے ہیں:"جو بندہ علاج چھوڑ دیتا ہے اور توکل کا عقیدہ رکھتا ہے۔وہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے باوجود اس کے کہ وہ بیمار ہے لیکن کسی ڈاکٹر سے رابطہ نہیں کرتا۔[20]

اسی طرح علامہ مروزیؒ سے منقول ہے کہ علاج رخصت ہے اور چھوڑ دینا اس کا اعلیٰ درجہ ہے[21]۔علامہ نوویؒ کا بھی یہی نقطہ نظر ہے[22]۔ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"میری امت مجھ پر پیش کی گئی اور کہا گیا یہ آپ کی امت ہے،اور اس کے ستر ہزار آدمی بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو پرندوں کے ذریعے نہ شگون لیتے ہیں،نہ داغ لگواتے ہیں اور نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں بلکہ وہ اپنے رب پر توکل کرنے والے ہیں۔[23]

ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ بعض صحابہ اور تابعین نے بیماری کے دوران بھی اپنا علاج نہیں کروایا جیسے اُبی بن کعبؓ اور ابوذر غفاریؓ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ علاج کروانا افضل نہیں ہے۔[24]

امام غزالیؒ نے بھی بعض ایسے اسباب ذکر کئے ہیں جہاں علاج ترک کیا جاسکتا ہے۔یہ اسباب درج ذیل ہیں:

1. مرض الموت ہو،یعنی مریض کو اندازہ ہو جائے کہ علاج معالجے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔
2. وہ مریض اس قدر تقویٰ والا ہو کہ آخرت کے خوف کی بناء پر اس مرض کی تکلیف کو بھول جائے۔

3. مریض کے ذہن میں یہ ہو کہ یہ دوا فائدہ مند نہیں بلکہ نقصان دہ ہے۔
4. مریض ثواب کی نیت سے علاج ترک کردے اور اس پر صبر کی طاقت بھی رکھتا ہو۔
5. یا وہ اپنے گناہوں کا کفارہ چاہتا ہو۔
6. یا وہ دوبارہ ذات مقدس سے غافل نہ ہونا چاہتا ہو اور اسی بناء پر علاج کو ترک کردے۔[25]

علاج کرنا افضل ہے:

جمہور علماء کے نزدیک بیماری کا علاج کرانا افضل ہے[26]۔ ان کے دلائل وہ مختلف احادیث ہیں جن میں آپ ﷺ نے علاج کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت اسامہ بن شریکؓ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے آپ ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے نبی ہم لوگ علاج معالجہ کر لیا کریں تو آپ نے فرمایا: "اللہ کے بندوں علاج کر لیا کرو اللہ نے کوئی بیماری نہیں اتاری لیکن اس کے لیے شفاء نازل کی ہے، صرف ایک بیماری کا علاج نہیں ہے اس نے سوال کیا اللہ کے رسول وہ کونسی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بڑھاپا ہے"۔[27]

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دواپی کر علاج کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہے اور دوسرے ذرائع سے بھی علاج وغیرہ کے لیے دلیل بننے کی اصل ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی مسلک ہے۔[28] علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ علماء علاج کے جواز پر متفق ہیں:

"اجمع العلماء علي جوازه وذهب قوم الي ان التداي افضل"۔[29]

صاحب معالم السنن لکھا ہے کہ وہ احادیث جو ممانعت پر دلالت کرتی ہیں ان کو حالت اختیار پر محمول کریں گے اور جواز والی احادیث کو حالت اضطرار پر محمول کرنے سے اختلاف ختم ہو جائے گا۔[30]

علاج ومعالجہ مستحب ہے:

احناف اور اکثر اسلاف جن میں شوافع اور مالکیہ بھی شامل ہیں ان کے نزدیک علاج کرانا مستحب ہے[31]۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ کثرت کے ساتھ ایسی احادیث موجود ہیں جن میں مختلف چیزوں سے شفاء حاصل کرنے کا جواز ملتا ہے، تو ایسی صورت جس میں علاج مرض کیلئے فائدہ مند ہو اور اس سے کسی قسم کا نقصان نہ ہو تو علاج کروانا افضل ہے[32]۔ انہوں نے درج ذیل احادیث نبوی ﷺ سے علاج کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔

"ان الله لم ينزل داء الا انزله شفاء فتدادوا"۔[33]

ترجمہ: اللہ رب العزت نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی جس کا علاج نازل نہ فرمایا ہو، پس علاج کیا کرو۔

اس طرح حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان كل داء دواء، فاذا اصيب دواء الداء براء باذن الله عزوجل"۔[34]

ترجمہ: ہر بیماری کے لیے دوا ہے جب دوا بیماری کو پہنچ جاتی ہے تو بیمار اللہ کے حکم سے درست ہو جاتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جب بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ آپؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا حتیٰ کہ میں نے آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک کو محسوس کیا۔ پھر فرمایا تو دل کا مریض ہے۔ حارث بن کلدہ طبیب کی طرف آدمی بھیجا تاکہ وہ ساتھ کھجوریں لے اور دواء تیار کرے۔[35]

علاج ومعالجہ واجب ہے:

شوافع اور حنابلہ میں سے بعض فقہا کا نظریہ ہے کہ اگر بیماری سے شفاء ملنے کے امکانات ہوں تو علاج واجب ہے[36]۔ اسی طرح احناف میں سے بھی بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ سبب بیماری کو ایسے ختم کرے کہ جیسے پانی پیاس کو اور روٹی بھوک کو تو اس صورت میں علاج کو موت کے خوف کی وجہ سے چھوڑنا حرام ہے۔[37]– علامہ بغوی فرماتے ہیں: ''اذا علم الشفاء فی المدواۃ وجبت''۔[38]

جو علماء علاج کے وجوب کے قائل ہیں انہوں نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ۔[39]

ترجمہ: اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

چونکہ علاج نہ کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے اس لیے آیت کریمہ کے تحت آکر یہ بھی ممنوع ہوگا۔ اس طرح بعض احادیث نبوی ﷺ سے بھی علاج کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''ان رسول الله ﷺ کثرت اسقامه اکان یقدم علیه اطباء العرب والعجم''۔[40]

ترجمہ: جب آپ ﷺ کا مرض بڑھتا جاتا تو عرب و عجم کے اطباء آتے اور علاج بتاتے تو ہم عملاً علاج کرتے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان الله حیث خلق الداء خلق الدواء فتداوو''۔[41]

ترجمہ: جس طرح اللہ نے بیماری پیدا کی ہے اسی طرح دوا بھی پیدا کی ہے، پس علاج کیا کرو۔

اسی طرح احادیث سے آپ کا علاج کروانا اور طبیب کو اجرت دینا ثابت ہے:

''احتجم رسول الله ﷺ عطي الحجام اجره''۔[42]

ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ: ''پس علاج اس شخص کے لیے واجب ہوگا جس کو علاج چھوڑنے کی وجہ سے اپنی جان یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو یا مرض کے متعدی ہونے کا اندیشہ ہو''۔[43]

علاج کے وجوب کی صورتیں:

1: جب مرض میں غالب ہو کہ وہ اس کو ہلاک کر دے گا۔ تو اس صورت میں علاج واجب ہے۔ اس لیے کہ مقاصد شرع میں علاج حفظ نفس کے مناسب ہے۔ آپ ﷺ نے سعد بن معاذؓ کے زخم جس کا خون بند نہیں ہو رہا تھا، کو داغا باوجود یہ کہ آپ ﷺ نے داغنے سے منع بھی فرمایا تھا۔[44]

2: جب مرض متعدی ہو کہ ایک بیمار سے دوسرے کو لگ سکتا ہو تو صحت مند کو نقصان سے بچانے کیلئے اس کا علاج واجب ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: لایورد ممرض علیٰ مصحح"[45]۔ اسی طرح فقہی قاعدہ ہے: "لا ضرر ولا ضرار"[46]۔ اس قاعدے سے معلوم ہوتا ہے کہ حفاظتی تدابیر اختیار کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اگر مرض متعدی ہو گا تو وہ اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچائے گا اور دوسرے کیلئے بھی نقصان کا سبب بنے گا جیسے ایڈز وغیرہ، تو ایسی بیماریوں کا علاج کرانا واجب ہے۔

3: وہ امراض جو انسان کے دائمی نقصان کا سبب ہوں جیسے ٹائیفائیڈ وغیرہ، یہ مرض نہ تو انسان کو ہلاک کرتا ہے اور نہ ہی متعدی ہے لیکن اس کی وجہ سے انسان کے کسی عضو کے تلف ہونے کا خدشہ ہوتا ہے تو اس کا بھی علاج واجب ہے۔[47]

بعض علماء کے نزد تمام متعدی امراض کا علاج واجب ہے اسی طرح وہ امراض جن کی موجودگی موت کا سبب بنے ان کا بھی یہی حکم ہو گا اور وہ امراض جو نہ تو متعدی ہوں اور نہ مہلک لیکن علاج چھوڑنے کی صورت میں طویل بیماری کا سبب بن سکتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مریض خاندانی یا حکومتی ذمہ داریوں کو صحیح طریقے سے ادا کرنے سے قاصر رہے تو ایسے تمام امراض کا علاج واجب ہو گا۔[48]

علاج ومعالجہ مکروہ ہے:

اگر علاج کے نقصانات اسکے فوائد سے زیادہ ہوں اور یہ نقصانات نہ تو ہلاکت کا سبب بنتے ہوں اور نہ کسی عضو کے ضائع ہونے کا جیسے کوئی شخص علاج کرتا ہے لیکن فائدہ حاصل نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں علاج کیلئے پیسہ خرچ کرنا اور علاج کرانا مکروہ ہے۔[49]

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کا فیصلہ:

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ نے اپنے ساتویں اجلاس منعقدہ سعودی عرب مورخہ 14 ستمبر 1992ء کو علاج سے متعلق درج ذیل فیصلہ صادر فرمایا: "علاج کے سلسلہ میں اصل حکم یہ ہے کہ وہ جائز ہے کیونکہ قرآن کریم اور قولی و عملی سنت سے اس کی مشروعیت ثابت ہے، نیز شریعت کے مقاصد کلیہ میں سے ایک مقصد حفاظت جان اس سے وابستہ ہے۔ لیکن اشخاص اور احوال کے فرق سے علاج کے احکام میں فرق ہوتا رہتا ہے چنانچہ:

1۔ اگر علاج نہ کروانے سے مریض کی جان جانے کا اندیشہ ہو یا کسی عضو کے ضائع ہونے یا اس کے معذور ہو جانے کا اندیشہ ہو یا متعدی امراض کی صورت میں دوسروں تک مرض کے منتقل ہو جانے کا ڈر ہو تو ایسے شخص پر علاج واجب ہے۔

2۔ اگر علاج نہ کرنے سے جسمانی کمزوری پیدا ہونے کا اندیشہ ہو لیکن واجب میں مذکورہ صورتوں میں سے کوئی صورت پیش نہ آتی ہو تو ایسی صورت میں علاج مستحب ہے۔

3۔ اگر مذکورہ بالا دونوں حالتیں نہ ہوں تو پھر علاج کا درجہ اباحت کا ہے۔

4۔ علاج کیلئے ایسا طریقہ اپنانا مکروہ ہے جس سے اندیشہ ہو کہ جس بیماری کو دور کرنا مقصود ہے وہ مزید بڑھ جائے گی"۔[50]

مؤلف کی رائے:

موجودہ دور میں ماحولیاتی آلودگی کی بناء پر مہلک اور متعدی بیماریوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا، ان بیماریوں سے بچنے

کیلئے عوام میں شعور پیدا کرنے کے ساتھ ان کے روک تھام کیلئے بھی موثر اقدام کی ضرورت ہے کیونکہ جسم انسانی اللہ تعالی کی امانت ہے جسکی حفاظت ہم پر لازم ہے،اس کی حفاظت کے مختلف طریقوں سے ایک خاص طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی اپنی صحت کا خیال رکھے اس لئے کہ نفس انسانی کا بھی انسان کے اوپر حق ہے۔ آپﷺ کا فرمان ہے:"ولجسدك عليك حقا"[51]۔"اور تمہارے بدن کا تم پر حق ہے"۔علاج کی جس قدر سہولیات آج موجود ہیں اس صورت میں حفاظت نفس کیلئے امراض کا علاج واجب ہونا چاہیئے۔

حوالہ جات

---

[1] شاطبی، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات، دار ابن عفان، 1997ء، ج2، ص214

[2] غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المستصفیٰ، دار الکتب العلمیہ، 1993ء، ص174

[3] أبو عبد الرحمن أحمد بن شعیب، السنن الکبری، باب ما یقول اذا غلب امر، مؤسسة الرسالة، بیروت، 2001ء، ج9، ص231

[4] ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1414ھ، ج2، ص327

[5] مالکی، احمد بن غانم، الفواکه الدوانی، دار الفکر، طبع اول 1999ء، ج2، ص338

[6] البقرة2: 184

[7] النساء4: 29

[8] البقرة2: 196

[9] ابن قیم، شمس الدین ذہبی، الطب النبوی، دار الهلال، بیروت، س ن ص06

[10] الحدید22:57

[11] قرطبی، ابو عبدالله محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، دار الکتب المصریه، طبع ثانی، 1964ء، ج10، ص139

[12] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، مکتبه مصطفیٰ البابی، مصر، طبع ثانی 1975ء، کتاب الطب، باب ماجاء في کراہیه الرقیه، ح:2055، ج4، ص393

[13] سجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، مکتبة العصریه، بیروت، کتاب الطب، باب التریاق، ج4، ص6، ح: 3869

[14] النحل16: 69

[15] قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ج10، ص134

[16] قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب البر والصله والآداب، دار احیاء التراث، س ن، ح: 2622، ج4، ص2024

[17] نووی، یحیی بن شرف، شرح صحیح مسلم، مطبع مصریه، مصر، س ن، ج3، ص91

[18] ابن قیم، شمس الدین ذہبی، الطب النبوی، ص13

[19] زیلعی، عثمان بن علی، تبین الحقائق، مطبع امیریه، قاہرہ، طبع اول 1313ھ، ج6، ص17

[20] ابن تیمیه، فتاویٰ ابن تیمیه، مکتبه ابن تیمیه، مصر، س ن، ج21، ص562

[21] بہوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع، دار الفکر، بیروت، س-ن، ج2، ص76

[22] نووی، شرح صحیح مسلم، ج3، ص90

[23] بخاری ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری ، کتاب الطب ، باب من اکتویٰ، دار طوق النجاہ ، 1422ھ،ح: 5705، ج7، ص126

[24] فتاویٰ ابن تیمیہ ، ج24، ص269

[25] غزالی ابو حامد، امام ، احیاء علوم الدین ، مکتبہ عیسیٰ حلبی ، مصر، س ن، ج4، ص287

[26] ایضا

[27] سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الرجل یتداوی، مکتبہ عصریہ، س ن ، ح: 3855، ج4، ص3

[28] قرطبی ، الجامع الاحکام القرآن ، ج10، ص138

[29] ابن قیم، الطب النبوی، ص220

[30] خطابی، حمد محمد بن ابراہیم ، معالم السنن، مکتبۃ العلمیہ، بیروت، طبع اول 1932ء، ج4، ص219

[31] مجموعہ علماء ہند، فتاویٰ ہندیہ ، دار الفکر ، بیروت، طبع دوم ، 1310ھ، ج5، ص354

[32] نووی، شرح صحیح مسلم ، ج3، ص90

[33] عسقلانی ، احمد بن علی ، فتح الباری ، 1379ھ، ج10، ص135

[34] نووی ، شرح صحیح مسلم ، 191/14

[35] سنن ابو داؤد، کتاب الطب، باب تمرۃ العجوۃ، ح: 3875، ج4، ص7

[36] فتاویٰ ابن تیمیہ ، ج24، ص269

[37] فتاویٰ ہندیہ، ج5، ص355

[38] مالکی، ابن مفلح، المدخل، دار التراث، س ن ، ج2، ص350

[39] البقرۃ: 2: 195

[40] تلمسانی، تخریج الدلالات السماعیہ، مجلس الاعلیٰ للشؤون الاسلامیہ، قاہرہ، مصر، س ن ، ص677

[41] احمد بن حنبل، امام، مسند احمد، باب التداوی، مؤسسہ الرسالہ، طبع 2001ء، ح: 12595، ج20، ص50

[42] صحیح بخاری، کتاب الاجارہ، باب خراج الحجام، ح: 2279، ج3، ص93

[43] وہبہ زحیلی، ڈاکٹر، فقہ الاسلامی وادلہ، دار الفکر، بیروت، س ن ، ج1، ص525

[44] شوکانی، امام، نیل الاطوار، دار الجیل، س ن ، ج9، ص97

[45] بخاری، کتاب الطب، باب الھامۃ، ح: 5771، ج7، ص138

[46] ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول 1999ء، ص71

[47] یوسف بن عبداللہ، ڈاکٹر، احکام نقل الاعضاء فی الفقہ الاسلامی ، دار کنوز ، سعودیہ س ن ، ج1، ص59

[48] البار، محمد علی ، ڈاکٹر ، احکام التداوی، دار المنارہ للنشر و التوزیع، طبع اول 1995ء، ص2418

[49] یوسف بن عبداللہ، ڈاکٹر، احکام نقل الاعضاء فی الفقہ الاسلامی ، ج1، ص59

[50] انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، مترجم فہیم اختر ندوی، ایفا پبلیکیشنز، نئی دلی، انڈیا، طبع دوم 2012ء، ص218-219

[51] صحیح مسلم، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ، ح: 1159، ج2، ص813